اختلاف میں رحمت ہے

لطف الرحمٰن خان

البلاغ فاؤنڈیشن
A-43، نثار روڈ، لاہور کینٹ
Email: albilaghfoundation@yahoo.com
Website: www.aasanasbaq.com

Scanned by CamScanner

اختلاف میں رحمت ہے

البلاغ فاؤنڈیشن کا پہلا خط و کتابت کورس ''اسلام کا جائزہ'' مکمل کرنے والے طلباء اور طالبات کی اکثریت کو یہ شکایت ہے کہ یہ درس مختصر ہے۔ اور جس موضوع کو شامل نہ کرنے کی شکایت زیادہ ہے وہ مسلمانوں کی فرقہ بندی سے متعلق ہے۔ کچھ طلباء نے میری رائے معلوم کی ہے کہ کونسا فرقہ صحیح ہے؟

اس ضمن میں اصولی بات یہ ہے کہ میرا یہ مقام نہیں ہے کہ میں کسی فرقہ کے صحیح، غلط یا بہتر، کمتر ہونے کا فتویٰ دوں اور اس لیے بھی کہ حیاتِ طیبہ اور دورِ صحابہؓ کے دوران ایسی کوئی مثال بھی نہیں ملتی۔ البتہ اس مسئلہ پر میری ایک ذاتی رائے ہے۔ جسے طلباء کے سامنے پیش کر رہا ہوں، اس وضاحت کے ساتھ کہ اسے قبول کرنے یا رد کرنے کا اختیار ہر شخص کو حاصل ہے۔ نیز یہ کہ ہر شخص کو یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جسے کوئی نہیں چھین سکتا۔ اگر کوئی خود اپنے اختیار سے دستبردار ہو جاتا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہی ہوگا۔

فرقہ بندی پر بات کرنے سے پہلے کچھ ابتدائی باتوں کی وضاحت ضروری ہے اس لیے کہ اس کے بغیر میری رائے کو پوری طرح سمجھنا مشکل ہوگا۔ چنانچہ پہلے ایک طالبعلم کے سوال کو لیتے ہیں جو کافی طویل ہے لیکن اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہائیڈروجن کے دو ایٹم اور آکسیجن کے ایک ایٹم کے ملاپ کے نتیجہ میں پانی وجود میں آتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح کسی مسئلہ یا بات کا صحیح حل ایک ہی ہوسکتا ہے۔ اس لیے اول تو اختلاف نہیں ہونا چاہیے اور اگر اختلاف ہو تو صرف ایک رائے ہی درست ہوگی۔ باقی آراء لازماً غلط ہوں گی۔

ماشاءاللہ یہ بچہ ذہین بھی ہے اور اس کی منطق بھی درست ہے۔ البتہ اسے یہ علم نہیں ہے کہ مادی قوانین اور اخلاقی قوانین میں نوعیت کے لحاظ سے فرق ہے۔ اس لیے مادی قوانین کے حوالے سے اگر ہم اخلاقی قوانین کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تو بھٹک جائیں گے۔ اس بات کی وضاحت دو مثالوں سے کر رہا ہوں جو بہت معروف ہیں اور اکثر لوگوں نے انھیں پڑھا یا سنا ہوگا۔

ایک شخص فجر کی نماز کے لیے مسجد آیا تو اس نے دیکھا کہ کسی نمازی کا خچر باہر گھوم رہا تھا۔ اسے خیال ہوا کہ خچر کہیں بھاگ نہ جائے۔ چنانچہ اس نے مسجد کے دروازے کے پاس ایک کھونٹا گاڑ دیا تاکہ نمازی اس میں اپنے خچر وغیرہ باندھ لیا کریں۔ دوسرا نمازی عشاء پڑھ کر مسجد سے باہر نکل رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ دروازے کے پاس کھونٹا گڑا ہوا ہے۔ اسے خیال ہوا کہ کوئی نمازی اس سے ٹھوکر کھا کر گر نہ

Scanned by CamScanner

پڑے۔ چنانچہ اس نے کھونٹا اُکھاڑ دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کس نے صحیح کیا اور کس نے غلط کیا؟ تو جواب یہ ہے کہ دونوں نے صحیح کیا اس لیے دونوں کو ثواب ملے گا۔ وجہ ظاہر ہے کہ دونوں کی نیت نیک تھی۔ اس کے برخلاف دو اشخاص مسجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ ایک نماز کے ارادے سے اور دوسرا جوتا چُرانے کے خیال سے گیا۔ ظاہراً عمل ایک ہے لیکن ایک کو ثواب اور دوسرے کو گناہ ہوگا۔

اس حوالے سے یہ بات اب خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ اخلاقی قوانین میں اس بات کا امکان موجود رہتا ہے کہ ظاہراً دو متضاد اعمال کا نتیجہ یکساں بھی نکل سکتا ہے۔ اسی طرح دو افراد کے ظاہراً یکساں عمل کا نتیجہ مختلف بھی نکل سکتا ہے۔ اس حیثیت کو تسلیم لیں تو اختلاف سے ذہن میں جو اُلجھن اور وحشت ہوتی ہے، اس میں کافی افاقہ ہو جائے گا۔ پھر کسی کو کافر اور جہنمی قرار دیتے وقت بدن پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ اس لیے کہ ہمیں کسی کی نیت کا علم حاصل نہیں ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان بھی یاد آئے گا جس کی رُو سے کسی غیر کافر کو کافر قرار دینے والا شخص خود کافر ہو جاتا ہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا اختلاف رائے واقعی بُری بات ہے؟ اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے مجھے تو ایک ہی حدیث کفایت کرگئی تھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اختلاف میری اُمت کے لیے رحمت ہے۔ سچی بات ہے پہلی مرتبہ جب یہ حدیث پڑھی تھی دماغ سُن ہوگیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اختلاف اور رحمت یکجا کیسے ہو سکتے ہیں؟ عقل کہتی تھی کہ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے، لیکن چونکہ میں نے خود سے عہد کیا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات سمجھ میں نہ آنے کا ایک ہی مطلب ہے کہ میرے علم اور عقل میں کہیں کوئی نقص ہے۔ اس لیے عقل کی آنکھ پر پٹی باندھ کر میں نے تو یقین کرلیا تھا اور اسی دن خوب اچھی طرح یہ سبق یاد کرلیا تھا کہ اختلاف فی نفسہٖ کوئی بُری بات نہیں ہے۔

بعد میں اختلاف کی کچھ رحمتیں بھی علم میں آگئیں اور انشراح صدر حاصل ہوگیا۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ باندھ کے بھی نماز پڑھی ہے اور ہاتھ کھول کے بھی پڑھی ہے۔ آمین خاموشی سے بھی کہی ہے اور بلند آواز سے بھی کہی ہے۔ علیٰ ھٰذا القیاس۔ اب اگر اُمت میں اتفاق ہوتا تو آپ کی ایک سنت باقی رہتی اور دوسری کا وجود ختم ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ گوارہ نہیں کیا کہ اس کے حبیب کی کوئی سنت ختم ہو۔ اس لیے اس نے ایک گروہ کو ایک سنت پر اور دوسرے کو دوسری سنت پر لگا دیا تاکہ آپ کی ہر سنت زندہ رہے۔

مجھے معلوم ہے کہ اختلاف کی حقیقت کو سمجھنے میں بہت سے لوگوں کے لیے یہ ایک حدیث کافی نہیں ہوتی۔ ان کی خدمت میں دوسری حدیث پیش کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے ان کے اعتراضات کی

Scanned by CamScanner

وضاحت ضروری ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ درست ہے۔ لیکن یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ صحیح احادیث کی اقسام میں سے ایک قسم کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اس کی تفصیل ''حدیث کا جائزہ'' کورس میں دے دی گئی ہے۔ اس لیے ضعیف حدیث کو جھوٹی اور من گھڑت احادیث کے برابر کر دینا ظلم ہے۔ اس حقیقت کا اعلان کرنا میرا فرض ہے۔ اس کے بعد قبول یا مسترد کرنے کا ہر شخص کو اختیار حاصل ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کی ان آیات کے خلاف ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے فرقہ بندی سے منع کیا ہے۔ اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر ہم لوگ اختلاف اور افتراق کو ہم معنی لفظ کے طور پر استعمال کرتے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے۔ اب لغت اور گرامر کی بحث کے بغیر عام فہم مثال کی مدد سے ہم ان الفاظ کا حقیقی مفہوم واضح کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن پہلے یہ بات نوٹ کر لیں کہ مثال میں ان الفاظ کا استعمال مفہوم کی وضاحت کے اعتبار سے ہوگا، روزمرّہ کی بول چال کے حساب سے نہیں ہوگا اس لیے کہ اس میں تو غلط العام بھی ہوتے ہیں۔

بکریوں کا کوئی ریوڑ آپ دیکھیں۔ اس میں تمام بکریاں ایک جیسی نہیں ہوں گی۔ اس کے لیے یہ کہنا چاہیے کہ بکریاں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، یہ نہیں کہنا چاہیے کہ متفرق ہیں کیونکہ ان کی جنس ایک ہی ہے۔ آپ ایک دوسرا ریوڑ دیکھتے ہیں جس میں بھیڑیں اور بکریاں دونوں ہیں۔ ان کے لیے آپ کو کہنا چاہیے کہ بھیڑیں اور بکریاں ایک دوسرے سے متفرق ہیں، یہ نہیں کہنا چاہیے کہ مختلف ہیں کیونکہ ان کی جنس میں فرق ہے۔ دراصل افتراق کا مطلب ہے پھٹ کر ایک دوسرے سے الگ ہو جانا یا جُدا ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ نے اس حرکت سے منع فرمایا ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہوتا کہ افتراق میں اُمت کے لیے رحمت ہے (نعوذ باللہ)، تب یہ کہنا درست ہوتا کہ حدیث قرآن مجید کی متعلقہ آیات سے ٹکراتی ہے۔ لیکن آپؐ نے یہ نہیں فرمایا ہے۔ آپؐ نے اختلاف کو رحمت قرار دیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ایک رہتے ہوئے یعنی مسلمان رہتے ہوئے ایک دوسرے سے مختلف ہونا۔

بہرحال یہ تو میرا نقطہ نظر ہے اور اس بنیاد پر ہے کہ میں مذکورہ حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے طور پر قبول کرتا ہوں۔ لیکن جو لوگ اسے حدیث ہی تسلیم نہیں کرتے ان کے ذہن ان وضاحتوں سے مطمئن نہیں ہوتے۔ ایسے اصحاب کی خدمت میں دوسری حدیث پیش کرتا ہوں جس کے لیے مستند ہونے میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث دو، چار صحابہؓ نے سن کر بیان نہیں کی

Scanned by CamScanner

ہے بلکہ یہ حدیث ایک مشہور تاریخی واقعہ پر مبنی ہے اور صحابہ کرامؓ کی ایک فوج کی آپ بیتی ہے۔

غزوۂ خندق سے کفار کی فوجیں جب واپس چلی گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے۔ اسی دن ظہر کے وقت آپ ﷺ غسل فرما رہے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ ﷺ نے ہتھیار رکھ دیئے حالانکہ ابھی فرشتوں نے ہتھیار نہیں رکھے۔ اُٹھیئے اور اپنے ساتھیوں کو لے کر بنو قریظہ کا رُخ کیجئے میں آگے آگے جا رہا ہوں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ سے منادی کرائی کہ جو شخص بیعت سمع و طاعت پر قائم ہے وہ عصر کی نماز بنو قریظہ ہی میں پڑھے۔ چنانچہ جس نے بھی اعلان سنا وہ فوراً بنو قریظہ کی بستی کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستہ میں عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ کچھ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ ہمیں جیسے حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق ہم بنو قریظہ پہنچ کر ہی عصر کی نماز پڑھیں گے۔ صحابہ کرامؓ کے دوسرے گروہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ ہم جلد از جلد روانہ ہو جائیں چنانچہ دوسرے گروہ نے راستے ہی میں عصر پڑھ لی۔ جب یہ مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دونوں گروہوں نے ٹھیک کیا۔

اب اگر کسی کے دل میں یہ خیال ہے کہ یہ فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت کوشی یا ڈپلومیسی کے تحت کیا تھا تو وہ اپنے ایمان کی خیر مانگے۔ اس لیے کہ دین کے معاملہ میں کسی قسم کی رعایت کرنا آپ ﷺ کے فرائضِ منصبی کے خلاف ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ دین کے معاملہ میں آپ ﷺ نے کسی کے ساتھ کبھی کوئی رعایت نہیں کی۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ صحابہ کرامؓ کا کوئی گروہ غلطی پر ہوتا اور آپ ﷺ اسے غلط نہ کہتے۔ لازماً دونوں گروہوں نے ٹھیک کیا تھا تب ہی آپ ﷺ نے فرمایا کہ دونوں نے ٹھیک کیا۔ اس حقیقت کو پتھر کی لکیر کی طرح اپنے دل و دماغ پر ثبت کر لیں اور اپنے ایمان کو بچا لیں۔

اس حقیقت پر یقین کرنے کے بعد اب غور کریں کہ اس واقعہ میں کیا راہنمائی ہے۔ یہ راہنمائی بہت واضح ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کوئی حکم علم میں آ جانے کے بعد، اطاعت کی نیت سے اس پر عمل کرتے وقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی منشاء اور مرضی سمجھنے میں اگر اختلاف ہو جائے تو مختلف اعمال بھی اللہ تعالیٰ کے حضور شرفِ قبولیت پائیں گے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

اب آپ ٹھنڈے دل سے سوچیں اور ایمانداری سے فیصلہ کریں کہ اختلاف میں رحمت ہے کہ نہیں۔

صحابہ کرامؓ کے اختلاف کا اُوپر جو واقعہ بیان کیا گیا ہے یہ کوئی تنہا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس نوعیت کے متعدد واقعات سیرت میں ریکارڈ پر موجود ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے مختلف اعمال میں سے کسی کو غلط نہیں کہا اور دونوں کو درست قرار دیا۔ یہ تو ہم دیکھ چکے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس قسم کے

Scanned by CamScanner

فیصلوں میں ڈپلومیسی کا کوئی پہلو نہیں تھا۔ لیکن اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ آپؐ کے فیصلوں میں جو عظمت کا پہلو ہے، ہم لوگ اس کو بھی سمجھیں اور پہچانیں۔ لیکن اس سے پہلے ایک اصولی بات سمجھ لیں ورنہ ان فیصلوں کی عظمت پوری طرح ذہن میں واضح نہیں ہوگی۔

دور سے اگر آپ کسی آدمی کو آتا ہوا دیکھیں تو یہی کہیں گے کہ انسان آرہا ہے۔ یہ نہیں کہیں گے کہ گائے یا بھینس آرہی ہے۔ اس حد تک تو تمام انسان یکساں ہیں۔ لیکن اس کے آگے کوئی ایک شخص طبیعت، مزاج اور شکل وصورت کے لحاظ سے کسی دوسرے شخص کی کاربن کاپی نہیں ہوتا۔ ہر شخص دوسرے شخص سے کچھ نہ کچھ مختلف ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ کسی بھی چیز کو لے لیں، ہر ایک میں آپ کو اتحاد اور اختلاف کا یہ امتزاج ملے گا۔ تمام گلاب کے پھول اس حد تک یکساں ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھتے ہی ہم پہچان لیتے ہیں کہ یہ گلاب ہے۔ یہ دھوکا کبھی نہیں ہوتا کہ یہ نرگس یا چنبیلی کا پھول ہے۔ لیکن اس کے آگے ہر گلاب کی ایک پنکھڑی بھی دوسری سے مختلف ہوتی ہے۔ ہم نے کبھی سوچا کہ ایسا کیوں ہے؟

اگر ایک مصوّر کی ہر تصویر دوسری تصویر کی کاربن کاپی ہو تو کیا آپ اسے مصوّر تسلیم کریں گے؟ ظاہر ہے کہ جو مصوّر جتنی مختلف تصویریں بنا سکتا ہے ہم اس کے فن کے اتنے ہی معترف ہوں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تخلیقات میں اتحاد اور اختلاف کا جو سنگم ہمیں نظر آتا ہے، وہ دراصل اس کی قدرتِ تخلیق، قدرتِ صناعی اور قدرتِ مصوّری کا مظہر بھی ہے اور دلیل بھی ہے۔ اس میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں، جن کی وضاحت میں اگر ہم جائیں گے تو اپنے موضوع سے بہت دور نکل جائیں گے۔ اس لیے اس حوالہ سے یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ اُمّت کے اتحاد اور اتفاق کا جو تصور ہم نے اپنے ذہن میں بنا رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی سنت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس کے خواب دیکھنا چھوڑ دیں اور حقیقت کی دنیا میں واپس آجائیں جس کی جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جن فیصلوں کا ذکر آچکا ہے، ان کی عظمت کے پہلو کو سمجھنے میں اب کوئی مشکل نہیں پیش آنی چاہیے۔ آپؐ جانتے تھے کہ اختلاف کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے اور اس کو ختم کرنے کی کوشش ایک سعی لاحاصل ہوگی۔ اس لیے آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی یہ تربیت فرمائی کہ اختلاف کی موجودگی میں اتحاد کو برقرار رکھیں۔ آپؐ کے مذکورہ فیصلوں میں یہی عظمت کا پہلو ہے۔ اور یہ آپ کی تربیت کا اعجاز ہے کہ اختلاف کے ہوتے ہوئے بھی صحابہ کرامؓ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے رہے۔ اور آئندہ بھی جب کبھی یہ اُمّت متحد ہوگی تو اختلافات ختم ہونے کے نتیجے میں نہیں ہوگی بلکہ اختلافات گوارہ کرنے کے نتیجے میں ہوگی۔ اس نوعیت کا اتحاد قائم کرنے کی عملی شکل کیا ہوگی؟ میرے خیال میں اس

Scanned by CamScanner

سوال کا جواب دینے سے پہلے کچھ مزید وضاحتوں کی ضرورت ہے۔

دیکھیں ہر درخت کا تنا تو ایک ہی ہوتا ہے۔ پھر جب وہ درخت کچھ بلند ہوتا ہے تو اس میں سے شاخیں نکلتی ہیں۔ پھر جب مزید بلند ہوتا ہے تو شاخوں میں سے شاخیں نکلتی ہیں۔ اور جس درخت کی جتنی زیادہ شاخیں ہوتی ہیں وہ اتنا ہی زیادہ سایہ دار بھی ہوتا ہے اور اتنا ہی زیادہ پھل بھی دیتا ہے۔ یہ ایک قدرتی امر ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ اب جس شاخ کا تعلق جس تنے سے ہے وہ اسی درخت کی شاخ ہے خواہ وہ تنے سے کتنی ہی قریب ہو یا کتنی ہی دور ہو۔ یہ بہت اہم بات ہے اسے اچھی طرح سمجھ کر ذہن نشین کر لیں۔

اب نوٹ کریں کہ دین اسلام بھی ایک درخت کی مانند ہے۔ جس کا ایک تنا ہے۔ اور جس کی شاخیں بھی ہیں جنہیں ہم فرقے کہتے ہیں۔ کچھ شاخیں تنے سے قریب ہیں۔ کچھ ذرا فاصلے پر ہیں۔ لیکن کسی شاخ کا تعلق جب تک تنے سے قائم ہے، وہ اسی درخت کی شاخ تسلیم کی جائے گی، خواہ آپ کو اچھی لگے یا بُری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اسی بات کی تربیت دی تھی اور جو شخص بھی اپنے دل میں آپؐ سے کوئی تعلق محسوس کرتا ہے اس پر اس کی اطاعت لازم ہے، خواہ اس کے نتیجے میں کسی مولانا صاحب کی حکم عدولی بھی ہوتی ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ اسلام کا تنا کیا ہے۔ اس بات کو سمجھنے میں ایک واقعہ سے بہت مدد ملتی ہے۔ علامہ مقدسی نے اپنے سفرنامہ میں کوفہ کے ایک معروف عالم دین حضرت عمرو بن مرہ کا ذکر کیا ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں اب تک مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں شریک ہو کر الگ ہوتا رہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کون فرقہ صحیح ہے اور کون غلط ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ سب جگہ ہو آئے ہو؟ کوئی فرقہ رہ تو نہیں گیا ہے؟ کہنے لگا جی نہیں۔ فرمایا پھر بیٹھ جاؤ۔ اور اس سے پوچھا یہ بتاؤ کسی فرقہ میں اس بات پر اختلاف پایا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے؟ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ کہ قرآن اللہ کا کلام اور اس کی کتاب ہے؟ کہ پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں؟ کہ فجر اور مغرب میں چار کے بجائے دو اور تین رکعتیں ہیں؟ کہ نماز کے لیے وضو شرط ہے؟ کہ مسلمانوں کے لیے پوری زمین مسجد ہے؟ کہ قبلہ رُخ نماز پڑھنا فرض ہے؟

مجھے اب یاد نہیں ہے۔ غالباً مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی کسی کتاب میں یہ واقعہ پڑھا تھا۔ اس میں ان سوالات کی فہرست بہت طویل ہے جو تقریباً ڈیڑھ، دو صفحات پر محیط ہے۔ نماز ہی کی طرح اس میں رمضان، حج، زکوٰۃ، قتل، زنا، شراب، جوا، فحاشی و عریانی، جھوٹ، فریب، تجارت، معاملات

Scanned by CamScanner

وغیرہ کے سوالات شامل ہیں۔اور ہر سوال کا جواب نفی میں ہے۔

بہر حال جب سوالات ختم ہو گئے اور اس شخص کی نہیں۔نہیں کی تکرار ختم ہو گئی تو عمرو بن مرہؒ نے فرمایا کہ دیکھو بھائی مسلمانوں کا جن باتوں پر اتفاق ہے، محکمات بھی انہیں کو کہتے ہیں، ان کو پکڑ لو۔ اختلافی مسائل میں زیادہ غور وخوض مت کرو۔اس لیے کہ ان کی نوعیت متشابہات کی سی ہے جن کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہے۔انہوں نے یہ بات سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر۔7 کے حوالہ سے کہی تھی۔اس لیے مناسب ہے کہ آپ بھی اس کا ترجمہ پڑھ لیں۔

''وہ ہے (اللہ) جس نے آپؐ پر الکتاب اتاری، اس میں محکم آیات ہیں (جن کے معنی واضح ہیں) وہ کتاب کی اصل ہیں۔اور دوسری متشابہات ہیں (جن کے معنی میں شبہہ ہے)۔پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ لوگ اس کے پیچھے پڑتے ہیں جو اس میں متشابہ ہے، فتنہ کی تلاش کرتے ہوئے اور اس کی تاویل تلاش کرتے ہوئے۔اور اس کی تاویل (کوئی) نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔اور پختہ علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، سب کچھ ہمارے رب کے پاس سے ہے۔اور نصیحت نہیں حاصل کرتے مگر ہوش مند لوگ''۔

اُمید ہے کہ آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ اسلام کا تنا کیا ہے۔اور یہ بات بڑی منطقی ہے کہ جن باتوں پر مسلمانوں کے تمام فرقوں کا اتفاق ہے انہیں کو اسلام کا تنا کہنا درست ہوگا۔عمرو بن مرہؒ کے سوالات کو ذہن میں رکھ کر اگر آپ غور کریں گے تو حیران رہ جائیں گے کہ اسلام کا درخت اس لحاظ سے کتنا عجیب اور بالکل منفرد ہے کہ اس کا تقریباً 90-95 فیصد حصہ تنے پر مشتمل ہے اور اس کی شاخیں 5-10 فیصد سے زیادہ نہیں ہیں۔اور یہ بھی کتنی عجیب بات ہے کہ اس درخت سے تعلق رکھنے والے مسلمان اکثر وبیشتر اپنا سارا وقت، پیسہ اور صلاحیتیں شاخوں کی آبیاری پر اور ان کو بنانے سنوارنے پر خرچ کرتے ہیں۔درخت کی جڑ اگر کٹتی ہے تو کٹے، تنا اگر سوکھتا ہے تو سوکھے، اس کی نہ تو ہمیں کوئی فکر ہے اور نہ ہی کوئی غم ہے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے، اسے کیا کہیے

ہمارے اس رویہ کا جو نتیجہ نکلنے والا ہے، مولانا انور شاہ کشمیریؒ اس کی نشاندہی کر گئے ہیں۔ کتاب ''وحدتِ اُمت'' میں مفتی محمد شفیعؒ نے لکھا ہے کہ آخر وقت میں انور شاہ کشمیریؒ پچھتاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے فقہہ حنفی کی برتری اور فضیلت ثابت کرنے میں ساری عمر گزار دی لیکن آخرت میں تو اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔اس لیے کہ میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ نہ تو امام شافعی کو رسوا کرے گا اور نہ امام

Scanned by CamScanner

ابوحنیفہ کو۔ پھر وہاں پر تو میری ساری جدوجہد صفر ہو کر رہ جائے گی۔ دوسری طرف صورت یہ ہے کہ میں فقہ حنفی کی برتری ثابت کرنے میں لگا رہا اور معاشرہ میں ظلم، ناانصافی، فحاشی، جھوٹ، فریب، یہ سب کچھ پروان چڑھتا رہا۔ ان باتوں کے متعلق تو ہر شخص سے پوچھا جائے گا کہ ان کا راستہ روکنے کے لیے تم نے کیا کیا؟ اس وقت میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔

اگر اللہ نے آپ کو توفیق دی ہے اور آپ کسی پہلو سے اسلام کی کوئی خدمت کر رہے ہیں تو میری آپ سے مخلصانہ درخواست ہے کہ کم از کم ایک مرتبہ اس آئینے میں اپنی خدمات کا جائزہ ضرور لے لیں اور یہ بات ہرگز نہ بھولیں کہ کوئی مولوی کوئی عالم دین آپ کی قبر میں نہیں جائے گا، وہاں آپ نے تن تنہا جانا ہے۔ قبر میں فرشتے آپ سے آپ کا مسلک یا فقہ نہیں پوچھیں گے۔ میدان حشر میں جو اعمالنامہ آپ کے ہاتھ میں دیا جائے گا، اس میں صرف آپ کے اعمال لکھے ہوں گے۔ اگر کسی کے کہنے پر آپ نے کوئی عمل کیا ہے، تب بھی چونکہ عامل آپ ہیں اس لیے وہ آپ کے اعمالنامے میں لکھا ہوگا۔ آپ یہ کہہ کر نہیں بچ سکیں گے کہ میں نے فلاں کے کہنے پر یہ کام کیا ہے۔ اس کی تفصیل ''اسلام کا جائزہ'' میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اسے دوبارہ پڑھ لیں۔

بہر حال، اسلام کا تنا اگر سمجھ میں آ گیا ہے تو اس حوالہ سے ایک اصولی بات ذہن نشین کر لیں۔ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے درمیان جو باتیں متفق علیہ ہیں، جو شخص ان تمام باتوں کا زبان سے اقرار کرتا ہے وہ مسلمان ہے۔ اگر کوئی کسی ایک بات پر، کچھ باتوں پر یا تمام باتوں پر عمل نہیں کرتا، تو وہ فاسق ہے کافر نہیں ہے۔ جو بھی کسی ایسے شخص کو کافر قرار دے گا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے کے مطابق خود کافر ہو جائے گا۔

ان باتوں پر عمل کرنے کے متعلق اگر کوئی اختلاف ہے تو بھی ہر فریق مسلمان تسلیم کیا جائے گا۔ رہا یہ سوال کہ کون صحیح ہے اور کون غلط ہے یا کون افضل ہے اور کون کمتر ہے، تو اس کا فیصلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کرے گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ ظاہری اعمال سے زیادہ نیت کی بنیاد پر ہوگا۔ قرآن مجید میں کم از کم دس یا گیارہ مقامات پر اللہ تعالیٰ نے یہ بات ہمیں سمجھائی ہے۔ نمونے کے طور پر البقرہ۔ آیت 113 نیز آل عمران۔ آیت 55 دیکھ لیں۔ اور اس بنیاد پر نوٹ کر لیں کہ اختلاف میں غلط یا صحیح کا فیصلہ کرنے کا ہمیں اختیار نہیں ہے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم معلوم کریں۔ پھر اس کی منشاء و مرضی کو سمجھنے کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کریں اور جو طریقہ اس کی مرضی کے قریب ترین سمجھ میں آئے اس پر عمل کریں لیکن مختلف طریقہ سے عمل کرنے والے کو غلط نہ کہیں۔

Scanned by CamScanner

مسلمانوں میں متفق علیہ تمام باتوں کا زبانی اقرار کرنے والے ہر شخص کو مسلمان تسلیم کرنا وہ اصول ہے جس کی بنیاد پر اہلِ سنت کے اہلِ علم نے کبھی بھی اہلِ تشیع کو کافر قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی اہلِ تشیع کے اہلِ علم نے کبھی اہلِ سنت کو کافر قرار دیا۔ مالکی، حنفی، شافعی اور حنبلی فقہ کے اہلِ علم نے کبھی ایک دوسرے کو کافر قرار نہیں دیا۔ واضح رہے کہ ہم واعظین اور مقررین کی بات نہیں کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ تو جوشِ خطابت میں بہت کچھ کہہ جاتے ہیں۔ لیکن فیصلہ کن حیثیت اہلِ علم کو حاصل ہے۔

اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اختلافات کو گوارہ کرتے ہوئے اُمت میں اتحاد کی عملی صورت کیا ہوگی۔ اس سمت میں پہلا قدم یہی ہے کہ ہر مسلمان کو مسلمان تسلیم کیا جائے۔ اہلِ علم کی حد تک تو اس پر عمل ہو رہا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اور آپ بھی اس حقیقت کو تسلیم کر لیں اور دل سے تسلیم کر لیں اس لیے کہ اس کے بغیر آپ دوسرا قدم نہیں اُٹھا سکیں گے۔

دوسرا قدم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کرنا ہے جو بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے اور جسے مشکوٰۃ شریف کے باب الایمان میں نقل کیا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اب یہ حقیقت خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ آپ کسی دوسرے کو مردود، جہنمی، کافر۔ جو مرضی آئے کہہ لیں، وہ تو مسلمان ہی رہے گا۔ البتہ آپ مسلمان نہیں رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے۔

تیسرا، اور میری رائے میں فیصلہ کن قدم یہ ہے کہ جو واعظ یا مقرر، حتیٰ کہ کوئی عالم دین بھی اگر دوسرے مسلمانوں کو بُرا بھلا کہتا ہے اور انہیں نقصان پہنچانے کی منصوبہ بندی کرتا ہے یا دوسروں کو اس کی تلقین کرتا ہے، تو اس سے کنارہ کشی اختیار کریں اور ایسے حضرات کی عزت کرنا چھوڑ دیں تو انشاء اللہ یہ لوگ بہت جلد نارمل ہو جائیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد کر لیں کہ کسی کی عزت نہ کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی بے عزتی کی جائے یا بدتمیزی کی جائے یا بُرا بھلا کہا جائے۔

چوتھا قدم یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق دعوت و تبلیغ کا کچھ کام ضرور کرے، اس لیے کہ یہ جہاد فی سبیل اللہ کا دوسرا مرحلہ ہے اور یہ فرض عین ہے۔ قیامت کے دن ہر ایک کو اس کا جواب دینا ہے۔ یہ کام انفرادی سطح پر بھی کیا جا سکتا ہے لیکن بہتر ہے کہ محلہ کی سطح پر انفرادی کوششوں کو منظم کیا جائے۔ اور مزید بہتر ہوگا کہ انہیں انجمن سازی کے بغیر منظم کیا جائے تا کہ توجہ اور صلاحیتیں مقصد پر مرتکز رہیں۔ اور ابتداء عبادات سے غافل لوگوں کو ان کی طرف راغب کرنے سے کریں۔ اس کوشش میں کچھ کامیابی کے بعد آگے کی باتوں کے متعلق سوچیں۔

Scanned by CamScanner

لیکن اس کوشش میں اتحادِ اُمّت کے حوالے سے یہ شرط لازم ہے کہ آپ کی کوشش صرف آپ کے مسلک کے افراد تک محدود نہ ہو۔ ہر فرقہ کے افراد سے کہیں کہ بھائی تم اپنے طریقے سے عبادت کرو مگر کرو ضرور۔ علامہ سیّد اظہر حسن زیدیؒ ایک عالم دین تھے جو خطیب آلِ محمدؐ کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں، ان کی بات مجھے بہت پسند ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میاں تم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا چاہتے ہو تو ہاتھ باندھ کر پڑھ لو۔ چاہتے ہو تو ہاتھ کھول کر پڑھ لو۔ جس کا جی چاہے ہاتھ سر پر رکھ کر پڑھ لے لیکن خُدا کے لیے نماز تو پڑھے۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ افطار دس منٹ پہلے کرنا ہے یا بعد میں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ روزہ تو رکھو۔ اگر سب لوگ دعوت کا یہ انداز اختیار کریں تو تمام مسلمانوں کو دعوت دینا ممکن ہوگا۔ اس طرح باہمی ہم آہنگی اور بھائی چارے کی فضا سازگار ہوگی اور آگے چل کر عملی طور پر یہ ممکن ہو جائے گا کہ اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی ہم اتحادِ اُمّت کو برقرار رکھ سکیں۔

پانچواں قدم یہ ہے کہ ہمارے معاشرہ کی وہ بُرائیاں جن سے ہر فرقہ اور مسلک کے لوگ نالاں ہیں، ان کا راستہ روکنے کے لیے پوری اُمّت کا ایک متحدہ پریشر گروپ قائم کریں۔ دراصل معاشرتی بُرائیوں کو روکنے کے لیے پولیس اور قانون سے زیادہ مؤثر ہتھیار سوشل پریشر ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم اس ہتھیار کو استعمال نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ ہر فرقہ اور مسلک کے لوگ آپس میں مل جل کر جدوجہد کریں۔ اس کے بعد ہی ہم ثابت کر سکیں گے کہ اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی ہم متحد ہیں۔

اب بات ختم کرنے سے پہلے ایک تاریخی حقیقت آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ عمرو بن مرّہ کے پاس جو شخص آیا تھا اس نے کہا تھا کہ میں مسلمانوں کے تمام فرقوں کے پاس ہو کر آیا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث وغیرہ تو ہمارے زمانے کی پیداوار ہیں، اس وقت کون سے فرقے تھے؟ ایک دو فرقوں کے نام تو تاریخ میں محفوظ ہیں لیکن باقی فرقوں کے تو نام بھی محفوظ کرنا تاریخ نے گوارا نہیں کیا۔ عام مسلمان آج ان میں سے کسی کو نہیں جانتے۔ ان فرقوں کے جید علماء کون تھے جنہوں نے اپنا سارا وقت اور صلاحیت ان کی دعوت و تبلیغ اور نشر و اشاعت میں کھپا دی۔ عام مسلمان آج ان میں سے کسی سے واقف نہیں ہے۔ دو، چار نام شاید تاریخ میں مل جائیں۔ اختلافی مسائل کے لیے کی گئی جدوجہد کا اس دنیا میں کیا انجام ہوتا ہے وہ تاریخ کے آئینے میں دیکھ لیں۔ ایسی کوششوں کا آخرت میں جو انجام ہوگا اس کی نشاندہی انور شاہ کشمیریؒ کر گئے ہیں۔

اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھ لیں۔ اختلافات کے ہوتے ہوئے جن لوگوں نے اپنی جدوجہد کو

Scanned by CamScanner

صرف متفق علیہ باتوں پر مرتکز رکھا، ان کی کوششیں صدیاں گزرنے کے بعد بھی آج صدقہ جاریہ کے طور پر جاری وساری ہیں۔ ان کے حق میں مسلمانوں کی صبح وشام کی دعائیں ان کے ذخیرۂ آخرت میں اضافے اور درجات کی بلندی کا باعث ہیں۔ کوئی مسلمان دنیا کے کسی گوشے میں آباد ہو اور کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو، تمام مسلمان شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کو غوث الاعظم، امام غزالی ؒ کو حجۃ الاسلام، امام رازیؒ کو فخر الاسلام، جلال الدین رومیؒ اور مجدد الف ثانی کو اپنا محسن تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن آج ہم میں سے کتنے مسلمان یہ جانتے ہیں کہ غوث الاعظمؒ حنبلی تھے۔ امام غزالی ؒ اور امام رازیؒ شافعی تھے۔ جلال الدین رومیؒ اور مجدد الف ثانی ؒ حنفی تھے۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ لبنان میں فلسطینی مہاجر کیمپ میں گھس کر یہودیوں نے جب نہتے مردوں، عورتوں اور بچوں کو گولیوں سے بھونا اور ان کی لاشوں کو بلڈوزروں سے روندا، اس وقت انہوں نے کسی سے اس کا فرقہ یا مسلک نہیں پوچھا تھا۔ اگر ہم نے تاریخ سے سبق حاصل نہ کیا تو اسلام کے اس قلعہ "پاکستان" میں جب دشمن گھسیں گے تو کوئی ہندو، سکھ، مرہٹہ، گورکھا ہمارے بچوں اور بچیوں سے ان کا فرقہ یا مسلک نہیں پوچھے گا۔ اس لیے کہ اس حقیقت کو وہ ہم سے بہتر سمجھتے ہیں کہ ہم سب ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔

کیا آپ بھول گئے کہ اسلام کے اس قلعہ کی تعمیر کے وقت ہمارے کتنے بزرگوں نے اپنی ہڈیوں اور گوشت کے گارے سے اس کی بنیاد کو بھرا ہے۔ ہماری کتنی ماؤں اور بہنوں نے اپنی معصوم عصمت کو اس کی بنیاد میں دفن کیا ہے۔ کتنے پھول جیسے بچوں نے اپنے خون سے اس کی بنیاد کی آبیاری کی ہے۔ اس طرح جب اس قلعہ کی بنیادیں بھر گئیں، تب کہیں اس کی دیواریں زمین سے اوپر اٹھی ہیں۔ اب ایمانداری سے سوچیں کہ کیا ہم لوگوں کو اتنا بے حس اور احسان فراموش ہونا چاہیے کہ ایسے قلعے کی حفاظت کے لیے ہم کچھ نہ کریں، اور اپنے آپ میں مگن رہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ امانی (WISHFUL THINKING) کی حد تک تو ہم اس بے حسی اور احسان فراموشی کا مظاہرہ نہیں کر رہے ہیں۔ ہم سب کی آرزو ہے کہ اس قلعہ کی حفاظت کچھ دوسرے لوگ کریں تا کہ ہم اپنے آپ میں مگن رہیں اور ہمارے حلوے مانڈے میں کوئی فرق نہ پڑے۔ ہم سب کی آرزو ہے کہ باہمی اختلاف کو بھلا کر مسلمان متحد ہو جائیں۔ اپنی اس معصوم سی خواہش کی حقیقت کو اس مثال سے سمجھ لیں۔ ہم سب کی آرزو ہے کہ دوائیں برانڈ کے نام سے فروخت کرنے کی بجائے جنرک نام سے فروخت کی جائیں۔ لیکن ہم منتظر ہیں کہ یہ کام ملٹی نیشنل کمپنیز کریں۔ تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ

Scanned by CamScanner

اللہ اپنا فیصلہ نافذ کر دے۔

اس قلعہ کی حفاظت کے لیے اگر آپ واقعی سنجیدہ ہیں تو پہلے خود اپنے آپ سے عہد کریں، پھر دوسروں کو تلقین کریں، کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت پر عمل کریں گے۔ اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی متحد رہیں گے۔ سوشل پریشر کے ہتھیار کو استعمال کریں گے۔ ہم نفرتوں کے بیوپاریوں کا ساتھ نہیں دیں گے۔ باہم محبتوں کی سوداگری کرتے ہوئے اپنے رب کی طرف واپسی کا سفر اختیار کریں گے۔ اور اس کے سامنے پیش ہونے سے پہلے انشاء اللہ تعالیٰ حوضِ کوثر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کا دیدار کر کے، ان کے پلائے ہوئے گھونٹوں سے حلق تر کر کے، اپنے رب کے سامنے پیش ہو جائیں گے۔

یہ جدوجہد آسان نہیں ہے۔ لیکن آلِ عمران کی آیت 103 کو سامنے رکھیں گے تو انشاء اللہ تقویت حاصل ہوتی رہے گی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ" تم لوگ چمٹے رہو اللہ کی رسی سے، سب کے سب۔ اور آپس میں پھوٹو مت"۔ اس آیت کا میری سمجھ میں تو یہی مفہوم آتا ہے کہ ہمارا رب ہمیں حکم دے رہا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان متفق علیہ باتوں سے تم سب کے سب چمٹے رہو تا کہ درخت سے تمھارا تعلق قائم رہے۔ پھر تم کسی بھی شاخ پر بیٹھو، لیکن دوسری شاخ کو مت کاٹو۔ اس طرح درخت کو نقصان ہوگا۔ اور اگر اس طرح ساری شاخیں کٹ گئیں تو درخت، درخت کہاں رہے گا؟ پھر تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

ضمیمہ

ہمارے پہلے خط و کتابت کورس "اسلام کا جائزہ" مکمل کرنے والے طلباء کے تقاضوں کے پیشِ نظر تقریباً دو سال قبل کتابچہ "اختلاف میں رحمت ہے" قلمبند کیا گیا تھا۔ اس وقت کافی تعداد میں اختلافی خطوط موصول ہوئے تھے جن کا جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ کتابچہ کی ابتداء میں ہی وضاحت کر دی گئی تھی کہ یہ میری ذاتی رائے ہے اور اسے قبول کرنے یا رد کرنے کا اختیار ہر شخص کو حاصل ہے۔

البتہ چند طلباء کی طرف سے ایک سوال موصول ہوا تھا جس میں اعتراض کے بجائے تفہیم کا پہلو تھا۔ سوال یہ تھا کہ کتابچہ سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے وہ اُس حدیث کے خلاف ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ہم لوگ 73 فرقوں میں تقسیم ہوں گے، جن میں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہوگا۔

Scanned by CamScanner

اس وقت سب کو ایک ہی جواب دیا گیا تھا کہ آپ کے سوال کا جواب بعد میں دیں گے پہلے آپ اس بات کا جواب دیں کہ ایک شخص دیو بندی ہے، دوسرا اہلحدیث ہے۔ دونوں اپنے مقدور بھر اللہ کی اطاعت میں زندگی بسر کرتے ہیں ان میں سے کون جنت میں جائے گا؟ کون دوزخ میں جائے گا اور کیوں؟ کسی نے اس کا جواب نہیں دیا اور بات وہیں ختم ہوگئی تھی۔

مذکورہ سوال سب سے پہلے ایک بچے کی طرف سے آیا تھا جو اُس وقت آٹھویں میں پڑھتا تھا اور اب میٹرک میں ہے۔ کچھ عرصہ قبل اس کی طرف سے خط موصول ہوا کہ آپ کے سوال کا جواب معلوم کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میری ذہنی اُلجھن میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اس لیے میرے اور اپنے، دونوں سوالوں کا جواب آپ ہی دیں اور راہِ فرار اختیار نہ کریں۔ ہمارے خیال میں اب اس سوال کا جواب دینا واجب ہوگیا ہے۔ اس لیے متعلقہ حدیث کا بغور مطالعہ کیا اور چند اہلِ علم سے مشورہ کیا۔ اس کے نتیجے میں جو کچھ سمجھ میں آیا ہے اسے اس دُعا کے ساتھ سپردِ قلم کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر نوعیت کی گمراہی اور خطا سے اپنی امان میں رکھے۔

مذکورہ حدیث کے متعلقہ جز کا ترجمہ یہ ہے۔"اور بیشک بنو اسرائیل الگ الگ ہوئے بہتر پر بطور ملت، اور الگ الگ ہوگی میری اُمت تہتر پر بطور ملت۔ وہ سب آگ میں ہیں سوائے ایک ملت کے۔ انھوں نے یعنی صحابہ کرامؓ نے کہا وہ کون ہے، یارسول اللہ؟ آپؐ نے فرمایا وہ، میں جس پر ہوں اور میرے اصحابؓ"(منقول از مشکوٰۃ شریف۔ بابُ الْاعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ بحوالہ الترمذی۔ راوی حضرت عبداللہؓ بن عمرو)۔ اس حدیث میں چند باتیں غور طلب ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فعل فَرَقَ کو بنو اسرائیل کے لیے باب تفعّل سے اور اپنی اُمت کے لیے باب افتعال سے استعمال کیا ہے۔ فَرَقَ کے معنی ہیں بال میں کنگھی کر کے مانگ نکالنا یعنی کسی چیز کو پھاڑ کر الگ الگ کرنا۔ باب تفعّل میں اس کے معنی ہیں کوشش کر کے الگ الگ ہونا اور باب افتعال میں مطلب ہے اہتمام سے الگ الگ ہونا۔ اس لحاظ سے اس فعل کی تمیز کے طور پر فِرْقَةً کا لفظ مناسب لگتا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مِلَّةً کا لفظ استعمال کیا ہے۔ آپؐ افصح العرب تھے۔ اس لیے اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ آپؐ نے فِرْقَةً کے بجائے مِلَّةً کیوں استعمال کیا۔

فِرْقَةٌ کا مطلب ہے کسی جماعت سے پھٹ کر الگ ہونے والی ٹکڑی یا گروہ۔ جبکہ مِلَّةٌ کا لفظ کسی خاص طریقۂ عبادت کے لیے بھی آتا ہے۔ اور کسی طریقۂ عبادت پر کاربند افراد یا گروہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں دونوں امکان موجود تھے۔ کہ آپؐ نے

Scanned by CamScanner

ملت کا لفظ طریقہ عبادت کے لیے استعمال کیا ہو یا گروہ کے لیے استعمال کیا ہو۔

اب آگے بڑھنے سے پہلے لفظ مَنْ اور مَا کا فرق سمجھ لیں۔ جب کسی فرد یا افراد کے لیے استفہام کرتے ہیں تو لفظ مَنْ (کون) استعمال کرتے ہیں۔ اور جب اشیاء کے لیے استفہام کرنا ہوتا ہے تو لفظ مَا (کیا چیز) آتا ہے۔ اس حوالہ سے نوٹ کرنے والی بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر جب صحابہ کرامؓ نے سوال کیا تو انھوں نے لفظ مَن استعمال کیا اور پوچھا مَنْ هِيَ (وہ کون لوگ ہیں)۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے خیال میں آپؐ نے ملت کا لفظ گروہ کے لیے استعمال کیا تھا۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا تو انھوں نے مَنْ کے بجائے مَا کا استعمال کیا اور فرمایا مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ (وہ طریقہ، میں جس پر ہوں، اور میرے اصحابؓ)۔

اب یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے افراد کے گروہ یعنی فرقوں کی بات نہیں کی ہے بلکہ طریقہ عبادت کی بات کی ہے۔ اور عبادت کا مطلب ہے زندگی کے ہر گوشے میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی پیروی کرنا۔ اس بات کو ذہن میں رکھ کر اپنی مشاہدہ کی صلاحیت کو کام میں لائیں تو آپ تسلیم کریں گے کہ ہر فقہ اور مسلک میں ایسے افراد ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ناجی ہیں۔ گویا ناجی ہونے کے لیے کسی خاص فقہ یا مسلک میں شامل ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اس طریقہ پر کاربند ہونا شرط ہے جو رسول اللہ سے اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہو۔ اور ناجی سے مراد وہ لوگ ہیں جو آگ میں نہیں جائیں گے یعنی جن کو میدانِ حشر سے براہِ راست جنت میں جانے کا پروانہ ملے گا۔ اس میں وہ لوگ شامل نہیں ہیں جو VIA جہنم جنت میں جائیں گے۔

مشاہدہ یہ بھی بتاتا ہے کہ ہر فقہ اور مسلک میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو نماز، روزے، حج، زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی تو کرتے ہیں لیکن برادری اور معاشرتی رسم و رواج یا حالات سے اتنے "مجبور" ہو جاتے ہیں کہ معاملات میں اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہر گروہ میں کچھ لوگ بڑے "خاندانی مسلمان" ہوتے ہیں اس لیے وہ نماز، روزے وغیرہ کو بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ ایسے مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیا معاملہ کرے گا، یہ تو وہی جانتا ہے۔ لیکن ظاہراً یہی نظر آتا ہے کہ یہ آگ میں جانے والی بات ہے، خواہ کچھ عرصہ کے لیے ہو یا ہمیشہ ہمیش کے لیے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی امان میں رکھے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

اس طرح بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ناجی ہونے کے لیے سب سے پہلی اور سب سے اہم

Scanned by CamScanner

شرط نیت کی ہے۔ دل میں اللہ کے احکام پر کاربند ہونے کی نیت ہو۔ اس نیت سے انسان قرآن اور حدیث کی طرف رجوع کرے، پھر اللہ تعالی کی عطا کردہ غور وفکر اور استنباط کی صلاحیتوں کو کام میں لا کر خود فیصلہ کرے۔ ان شرائط کو پورا کرتے ہوئے فیصلے میں اگر غلطی ہو جاتی ہے تو وہ معاف ہے۔ اگر کوئی شخص ان صلاحیتوں کو سوئس بینک میں ڈپازٹ کر دیتا ہے تو وہ مجرم ہے۔ جو شخص ان صلاحیتوں کو صرف دنیا بنانے کے لیے وقف کر دیتا ہے اور اپنی دائمی زندگی کو ٹھیکے پر دے چھوڑتا ہے تو وہ زیادہ بڑا مجرم ہے۔ یہی وہ بات ہے جو اسلام کا جائزہ حصہ اوّل کے پہلے سبق "جائزہ کیوں" میں سمجھائی گئی ہے۔ اس نقطۂ نظر کی مزید تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں صحابۂ کرامؓ کے مختلف اعمال میں سے ہر ایک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درست قرار دیا۔

آج کل قرآن وحدیث کے ترجموں کی موجودگی میں پڑھے لکھے لوگوں کا عربی نہ جاننے کا عذر کالعدم ہو چکا ہے۔ ان پڑھ لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ دنیاوی معاملات میں وہ معلومات حاصل کر کے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہیں اور بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔ البتہ دینی معاملات میں اپنے ان پڑھ ہونے کے عذر کو وہ ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ کسے دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

دوسروں سے اور خاص طور سے اہلِ علم سے پوچھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ یہ عمل محمود ہے البتہ فتوی پوچھنے میں اور معلومات حاصل کرنے میں جو فرق ہے وہ ذہن نشین کر لیں۔ یہ نہ پوچھیں کہ یہ کام میں کس طرح کروں بلکہ یہ پوچھیں کہ اس ضمن میں قرآن وحدیث کی کیا راہنمائی ہے؟ نیز یہ کہ رسول اللہ اور صحابۂ کرام کا اس معاملہ میں کیا عمل تھا۔ اس طرز پر جمع کی ہوئی معلومات پر نیک نیتی کے ساتھ غور وفکر کرنے کے بعد فتوی اپنے دل سے مانگیں۔ یہ محفوظ راستہ ہے جبکہ اندھی تقلید خطرناک ہے۔

اس گئے گزرے دور میں بھی دنیا کے کونے کونے سے کھنچ کر آنے والے مختلف فقہ اور مسلک کے مسلمان چیچنیا اور کشمیر کے برف پوش پہاڑوں میں ملّۃٍ واحدۃ بنے ہوئے ہیں۔ سمجھنے والی بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے فقہ یا مسلک سے دست بردار نہیں ہوا ہے۔ البتہ ان پر قائم رہتے ہوئے ان لوگوں نے اسلام کے ایک متفق علیہ حکم پر اتفاق عمل کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں "ملّۃٍ واحدۃ" اور بقول ہم لوگوں کے "ناجی فرقہ" کی بنیاد یہی ہے۔ یہ اسی بنیاد کا معجزہ تھا کہ ایک ایسی ہی بے سروسامان اُمّتِ واحدہ نے دنیا کی سپر پاور کو افغانستان میں خاک چاٹنے پر مجبور کر دیا۔

طالب دعا بندۂ خدا

Scanned by CamScanner